"اُردو ڈرامہ کا آغاز"

Paper 8th

اردو ڈرامے کے اولین نقوش کی جستجو اور مطالعے سے جو باتیں سامنے آتی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ مختلف وقتوں میں مختلف جگہوں پر جو ڈرامے لکھے اور اسٹیج کئے گئے مجموعی طور پر ان کے صرف تین مقاصد تھے، تبلیغی، تجارتی یا تفریحی۔ شروع میں پرتگیزیوں نے تبلیغ کے لئے گرجوں کے اسٹیج کو استعمال کیا۔ ان کے ڈرامے عام واقعات ویسے بیشتر بائبل سے ماخوذ ہوا کرتے تھے۔ بمبئی بندرگاہوں کو مضبوط کر لینے کے بعد پرتگیزی دکن اور گوا کی طرف بھی بڑھے اور جہاں جہاں گئے بڑے مذہبی جوش و خروش کے ساتھ اپنی تبلیغی سرگرمیوں کے سلسلے میں اردو اسٹیج کی انہوں نے ابتدا کر رکھا۔ مرہٹوں پارسیوں اور گجراتیوں نے دراصل اردو اسٹیج کے وسیع تر امکانات کی طرف متوجہ ہوئے اس کا مالی سہارا کی غرض سے لیا۔ انہوں نے اکثر ڈراموں میں مذہبی، نیم مذہبی اور اخلاقی مسائل کو برقرار رکھا۔ چنانچہ ہندو ناٹک منڈلی سمجھ کی کوششوں سے تعمیر شدہ بمبئی تھیٹر میں اردو کا پہلا ڈرامہ "راجہ گوپی چند اور جالندھر" ۱۲ نومبر ۱۸۵۳ء کو کھیلا گیا۔ ۱ وہ بھی مذہبی تھا۔ اس کے مصنف ڈاکٹر بھاؤ داجی لاڈ تھے۔ ویسے اس سے پہلے بھی مرہٹہ، پارسی اور گجراتی اسٹیجوں سے جو تماشے دکھائے جاتے رہے ان کا مقصد بھی اخلاقی اور اصلاحی تھا۔ پرتگیزیوں کے یہاں تبلیغی مقاصد قائم تھا اور ان لوگوں کے یہاں تجارتی مقاصد کو بھی اولیت حاصل تھی۔ لکھنؤ بیشک اسی زمانے میں لکھنؤ کے شاہی دربار اور عوام میں جو ڈرامے کھیلے گئے وہ محض برائے تفریح طبع۔ واجد علی شاہ کے دربار کے جن ناٹکوں نے اس شوق کو عام کیا ان کی قابلِ توجہ اور سب سے اہم خصوصیت رقص اور موسیقی تھی۔ کھیل میں محض ناچ رنگ ہی ہوا کرتے تھے۔ ناظرین کی دلچسپی حسین پریوں، دلفریب گانوں تک ہی محدود تھی۔ رادھا کنہیا ۱۸۴۳ء کے لئے مبنی کھیلا گیا۔ اس کے انتظامات پر لاکھوں روپے خرچ ہوئے۔

خالص تفریحی ڈرامہ واجد علی شاہ کے دربار کی پناہ میں چلا گیا اور یہاں حسن و عشق کے علاوہ زندگی کا نہ کوئی دوسرا مقصد تھا نہ مسئلہ۔ شاہی دربار کے ڈرامے باہر آیا تو اپنے اسی انداز اور شعور کے ساتھ۔ لیکن فرق یہ ہوا کہ اسٹیج اور ڈرامائی عمل کو موثر بنانے کے سلسلے میں دربار جیسا رکھ رکھاؤ پیدا نہ ہو سکا۔ اس لئے کہ یہ ممکن نہ تھا۔

امانت کے اندر سبھا نے نہ صرف اودھ بلکہ پورے ملک میں دھوم مچا دی۔ اس میں ناچ گانے اور دیو پریوں کے فرضی اور غیر فطری

اور بے جوڑ واقعات بھرے پڑے ہیں۔ کچھ ڈرامے خوب ہیں۔ ڈاکٹر عشرت رحمانی نے
اردو ڈراموں کی تاریخ کو درج ذیل ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا دور 1853ء سے 1885ء تک
دوسرا دور 1886ء سے 1895ء تک
تیسرا دور 1896ء سے 1920ء تک
چوتھا دور 1920ء سے 1940ء تک
پانچواں دور 1931ء سے 1940ء تک

اس دور کے ڈراما نگاروں میں بزرگ لاہوری، طالب بنارسی، حسینی میاں ظریف اور رونق بنارسی وغیرہ کے نام اہم ہیں۔ رونق بنارسی نے پارسیوں کے اردو اسٹیج میں کئی اصلاحیں کیں اور خوشگوار تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ بے نظیر بدر منیر، لیلیٰ مجنوں، عاشق کا خون، عجیب فتنہ، انجام الفت وغیرہ ان کے ڈرامے ہیں۔ ان ڈراموں کو لوگ ذوق و شوق سے دیکھتے تھے کیونکہ تفریح و مسرت کے اکثر سامان یہاں موجود تھے۔ پروفیسر گوپی چند اور حامد اللہ افسر اس سلسلے میں یہ قول لکھتے ہیں۔

"اردو زبان کا یہ پہلا ڈراما باقاعدہ شکل میں عوام و خواص کے سامنے 26 نومبر 1853ء کو پیش کیا گیا اور اسی طرح بمبئی میں اردو کے عوامی تماشا کی پہل ہوئی۔ یہ ڈراما ہر کسی کو پسند آیا۔ ایسے موقع کا کوئی بھی اس کو دیکھ کر لطف اندوز ہوا تھا۔"

ابتدائی سفر میں مرہٹوں اور پارسیوں نے اردو اسٹیج کو بہت سہارا دیا جس کی وجہ سے اردو اسٹیج کے ابتدائی نقوش واضح ہوتے چلے گئے۔ 1881ء تک ایک غیر یقینی صورتحال رہی۔ اسی دوران قابل ذکر ڈراما نگار نظر آئے۔ خان صاحب نوشیرواں جی مہروان جی آرام۔ وکٹوریہ ناٹک منڈلی کا ایک اہم کردار تھا۔ گجراتی زبان کے مصنف ایڈل جی کھوری کے ڈراما "سونا نا مول" کی خورشید کا اردو ترجمہ نور جہاں کے نام سے پیش کر کے آرام نے اپنی ڈراما نگاری کا آغاز کیا۔

اشاعتی اور نشریاتی سہولتوں کے سبب اس دور کے اواخر میں ایکانکی اور ریڈیائی ڈرامے بھی کثرت سے لکھے گئے۔ اس میں مرزا ادیب، کرشن چندر، اوپندر ناتھ اشک، سعادت حسن منٹو، خواجہ احمد عباس، افسر میرٹھی، راجندر سنگھ بیدی، شوکت تھانوی، ملک عباس حسینی، فضل حق قریشی، اسیل عظیم آبادی، ڈاکٹر اعجاز حسین، قدرت اللہ شہاب، انتظار حسین، ہاجرہ مسرور، ڈاکٹر محمد حسن وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ ڈرامے سماجی بیداری کی آئینہ داری کرتے ہیں۔ ایکانکیاں بے جان اور مردہ نہیں، جاندار، متحرک اور سرگرم عمل ہیں۔ جہاں افراد اور ان کی شخصی بھی ہیں اور اجتماعی مسائل کا رنگ بھی۔ جہاں نفسیاتی الجھنیں اگر اس دور میں بھی اردو ڈراما کو ترقی یافتہ اسٹیج ملا تو فکر و فن دونوں اعتبار سے یہ صنف منزل عروج کے قریب ہوتی۔